نجات کا ذریعہ

مدرس : پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ﷛ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ : ((اَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ))

[سنن الترمذی' کتاب الزھد' باب ما جاء فی حفظ اللسان]

حضرت عقبہ بن عامر ﷛ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! نجات کا کیا ذریعہ ہے؟ تو آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: ''اپنی زبان کو قابو میں رکھو' اپنے گھر میں پڑے رہو اور اپنے گناہوں پر روتے رہو''۔

اسلام بنی نوع انسان کے لیے سراسر رحمت کا پیغام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جہاں اطمینان وسکون کے لیے اللہ کے ذکر اور عبادت کی تلقین کی ہے وہاں شائستہ اور پُرسکون زندگی گزارنے کے انداز بھی سکھائے ہیں۔ اس حدیث میں سائل کے پوچھنے پر کہ نجات کا ذریعہ کیا ہے' آپ ﷺ نے تین باتوں کی تلقین کی۔ سب سے پہلے فرمایا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ ذرا غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر گناہوں کا سبب زبان کا غیر محتاط استعمال ہی ہوتا ہے۔ چغلی' غیبت' جھوٹ سب زبان ہی کے گناہ ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے معاملے میں خدا سے ڈر' اس لیے کہ ہم تیرے ساتھ ہیں' سو اگر تو ٹھیک رہے گی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے اور اگر تو نے کج روی اختیار کی تو ہم بھی کج رو بن جائیں گے''۔ (ترمذی)

انسان کی دنیاوی عزت ووقار کے لیے بھی زبان کا اچھا استعمال ہی سبب بن سکتا ہے۔ بدکلام' سخت گفتار اور مُنہ پھٹ شخص کے لیے لوگوں کے دل میں کوئی احترام نہیں ہوتا۔ اگر کوئی اُس کا احترام کرتا ہے تو صرف اُس کے شر کے خوف سے' ورنہ کسی کے دل میں بھی اس کی حقیقی قدر ومنزلت نہیں ہوتی۔ صرف دنیا کی زندگی ہی نہیں بلکہ آخرت کی زندگی میں بھی کامیابی کا

دار و مدار زبان کے صحیح استعمال پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا مشہور فرمان ہے جسے حضرت سہل بن سعید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے' اس میں آپ ؐ نے اس شخص کے لیے جنت کی ضمانت دی ہے جس نے اپنی زبان پر قابو رکھا یعنی بدکلامی سے محفوظ رہا۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴾ (ق) ''کوئی شخص زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ہی ایک نگران تیار ہوتا ہے (جو اُس کو ہو بہو لکھ لیتا ہے)''۔ یعنی انسان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اللہ تعالیٰ کے ہاں ریکارڈ ہو جاتا ہے اور اس کے نامۂ اعمال کا جزو بن جاتا ہے' پھر یہی نامۂ اعمال اس کے لیے جنت یا جہنم کا باعث بنتا ہے۔ داناؤں کا قول ہے کہ ''پہلے تولو' پھر بولو!'' کیونکہ غیر محتاط گفتگو کے نتیجے میں شرمندگی اور ندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور ایک دفعہ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ واپس نہیں ہو سکتے۔ بعض اوقات تو زبان سے نکلے ہوئے تلخ الفاظ دوسروں کے لیے سخت پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں۔ غالباً اسی حقیقت نے ضرب المثل کا روپ دھار لیا ہے کہ تلوار کا زخم تو مندمل ہو جاتا ہے مگر زبان کا نہیں۔ معلم اخلاق حضرت محمد ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ مسلمانوں میں سب سے افضل کون ہے تو آپ کا جواب تھا: ''وہ شخص جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سالم اور محفوظ رہیں''۔ (بخاری و مسلم' عن ابی موسیٰ الاشعریؓ)

زبان کا غلط استعمال نری ہلاکت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف انداز میں خوش گفتاری کی تلقین کی ہے اور تلخ گوئی سے باز رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بخاری اور مسلم میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اُسے اچھی بات کہنی چاہیے یا پھر وہ خاموش رہے''۔

زبان سے ادا کیا ہوا ایک ایک جملہ دُور رس تاثیر رکھتا ہے۔ بخاری شریف کی ایک اور روایت میں جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ بعض اوقات زبان سے خدا کی خوشنودی کی بات کرتا ہے مگر وہ اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور بعض اوقات بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بات کر بیٹھتا ہے اور وہ اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا اور وہ بات اس کو جہنم کی طرف لے جاتی ہے''۔ پس ضروری ہے کہ گفتگو میں ہمیشہ احتیاط ملحوظ رکھی جائے۔ خاص طور پر ایسی گفتگو سے سخت پرہیز کرنا چاہیے جس سے کسی دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہو' نیز جھوٹ' غیبت' گالم گلوچ اور طعن و تشنیع سے تو کسی وقت بھی اپنی زبان کو آلودہ نہیں ہونے دینا چاہیے۔

نجات کے حصول کے لیے دوسری بات جو آپؐ نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ گھر میں پڑے رہو۔ یعنی گھر سے باہر فضول گھومنا پھرنا بھی اچھی عادت نہیں۔ دینی و معاشی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بعد زیادہ سے زیادہ وقت اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ گزارنا پسندیدہ ہے۔ بازار میں خرید وفروخت کے لیے تو جانا ہی ہوتا ہے مگر حصولِ مقصد کے بعد جلدی سے واپس گھر لوٹنا اچھا ہے' کیونکہ زمین پر بدترین جگہیں بازار اور بہترین جگہیں مساجد ہیں۔ وہ اس لیے کہ بازاروں میں جھوٹی قسمیں کھا کر اور جھوٹ بول کر چیزیں بیچی جاتی ہیں' یعنی زبان کا غلط استعمال عام ہوتا ہے جبکہ مساجد میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو زبان کا بہترین استعمال ہے۔ گھر کے اندر آدمی اپنے بچوں کی بہتر تربیت کا موقع پاتا ہے۔ پس گھر سے باہر ضرورت کے تحت ہی نکلنا چاہیے۔ گھر میں رہ کر بیوی بچوں کے مشاغل سے واقفیت رہتی ہے اور جہاں اصلاح کی ضرورت ہو وہاں مناسب قدم اٹھایا جا سکتا ہے جو ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اس سے اُس کے زیردستوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ روزی کمانے کے سلسلے میں طویل عرصے کے لیے گھر سے باہر رہنا پسندیدہ نہیں ہے' کیونکہ ایسی صورت میں گھر کا نظام درہم برہم ہونے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں اور اولاد بھی بے راہ رو ہو جاتی ہے۔

نجات کے حصول کے لیے تیسری بات آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتے رہو۔ یہی خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی ہے۔ اللہ کا بندہ ہمیشہ اپنے ربّ کے حضور استغفار کرتا اور اپنے گناہوں پر پچھتاتا اور روتا ہے۔ چونکہ انبیاء کے علاوہ کوئی شخص بھی گناہوں سے پاک نہیں اس لیے ہر شخص کو استغفار کرنے کی ضرورت ہے اور اسی لیے استغفار کی ترغیب دی گئی ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''میں ہر روز ستر مرتبہ اللہ کے سامنے استغفار کرتا ہوں''۔ پس اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی میں استغفار کرنا اور خوفِ خدا کے ساتھ رات کے اوقات میں عبادت میں مشغول ہو کر آنسو بہانا بڑی فضیلت کا باعث ہے۔ سنن ابن ماجہ میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل ہوا ہے: ''اللہ کے خوف اور ہیبت سے جس بندۂ مؤمن کی آنکھوں سے کچھ آنسو نکلیں' اگرچہ وہ مقدار میں بہت کم ہوں' مثلاً مکھی کے سر کے برابر ہوں' پھر وہ آنسو بہہ کر اُس کے چہرے پر پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آتشِ دوزخ کے لیے حرام کر دے گا''۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جو اللہ کے خوف سے رویا

وہ جہنم میں نہیں جائے گا جب تک کہ دوہا ہوا دودھ دوبارہ تھنوں میں نہ لوٹ جائے''۔ (ترمذی) یعنی یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے گناہوں پر اللہ کے حضور ندامت کے آنسو بہائے اور پھر بھی دوزخ میں جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ''دو آنکھیں ایسی ہیں کہ اُن کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی: ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستہ میں رات بھر پہرہ دیا''۔ (ترمذی)

اللہ اور بندے کا تعلق معبود اور عبد کا ہے۔ قرآن میں ہے: ﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا﴾ ''انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے''۔ اسی فطری کمزوری کی وجہ سے اس سے معصیت کے کام سرزد ہو جاتے ہیں۔ پھر گمراہ تو وہ ہے جو معصیت کے ارتکاب میں مصروف اور مشغول رہے، مگر خدا کا بندہ وہ ہے جو گناہ کے بعد افسوس کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے۔ پروردگار کو اپنے بندوں کا یہ طرزِ عمل بہت پسند ہے۔ خود قرآن مجید میں ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾﴾ (الانفال) ''اور اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب دینے والا نہیں ہے جبکہ وہ بخشش مانگنے والے ہوں''۔ اور بخشش مانگنے کا یہ انداز کہ انسان اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بھی بہا رہا ہو، پروردگار کے ہاں پسندیدہ ہے۔

امام ابن جریرؒ نے عبدالاعلیٰ تیمیؒ کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ ''جس شخص کو صرف ایسا علم ملا جو اس کو رلاتا نہیں تو سمجھ لو کہ اُس کو علم نافع نہیں ملا''۔ سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کبھی کھلکھلا کر نہیں ہنسے، بلکہ صرف مسکرا دیتے تھے، مگر آپؐ خدا کے حضور راتوں کو کثرت کے ساتھ روتے تھے۔ یوں سنّت نبویؐ کی پیروی میں صحابہ کرام ؓ اور صلحاء و اتقیاء کا راتوں کی تاریکی اور سکون میں اپنے خالق و مالک کے ساتھ لو لگا کر گریہ وزاری کرنا معمول رہا ہے۔ افسوس کہ آج ایسا کرنے والے لوگ بہت قلیل تعداد میں رہ گئے ہیں، جبکہ اکثر کی زندگی میں خوفِ خدا اور ذکرِ آخرت نام کی کوئی چیز نہیں اور ان کی ساری کاوش اور تگ و دو نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کے گرد گھومتی ہے۔ لااُبالی پن اور شترِ بے مہار کی سی آزادانہ زندگی ہرگز کسی مسلمان کا شیوہ نہیں۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کو اپناتے ہوئے اچھی گفتگو کرنا، اپنے اہل وعیال کے بارے میں اپنی ذمہ داری پوری کرنا اور فضولیات سے پرہیز کرتے رہنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور ندامت کے آنسو بہانا اور استغفار کرنا ہی ایک سچے مسلمان کا طریقہ ہے۔ ○○